

32

ہماری ذاتی اور جماعتی ترقی کا انحصار دعا پر ہے، اس لئے دعاؤں

میں سست نہ ہوں

۲۸ نومبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۴ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن لندن



- ☆..... عبادات اور دعاؤں کی اہمیت
- ☆..... دعاؤں کا مضمون ایسا مضمون ہے کہ ہم احمدیوں کا اس کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔
- ☆..... اب اس زمانہ میں اگر فتح ملنی ہے۔ اسلام کا غلبہ ہونا ہے تو دلائل کے ساتھ ساتھ صرف دعا سے ہی یہ سب کچھ ملنا ہے۔
- ☆..... امن یجیب المضطر..... کی ایمان افروز تفسیر۔
- ☆..... دعاؤں سے فتوحات کے نظارے..... بڑے بڑے فرعون آئے اور گزر گئے لیکن الہی جماعتیں ترقی کرتی ہی چلی گئیں.....
- ☆..... مساجد کو آباد کرنے کی تحریک۔
- ☆..... قبولیت دعا کی ایک شرط..... جماعت کے لئے درد پیدا کریں۔
- ☆..... تہجد، نماز اور نوافل کی ادائیگی میں باقاعدگی پیدا کریں۔

تشہد و تعوذ کے بعد درج ذیل آیت قرآنیہ تلاوت فرمائی

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ
الْأَرْضِ - ءِ إِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ - قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (سورة النمل آیت ۶۳)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قراری کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

رمضان اپنی میٹھا برکتیں لے کر آیا اور جن کو اس سے حقیقی معنوں میں فائدہ اٹھانے کی توفیق ملی یعنی راتوں کو اٹھ کر نوافل ادا کرنے کی، فجر کی نماز کے بعد اکثر جگہوں پر حدیث کے درس کا انتظام تھا، اس درس کو سننے کی توفیق ملی۔ مسجد میں پانچ وقت کوشش کر کے نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے آنے کی توفیق ملی۔ درس قرآن کریم اور پھر رات کو تراویح کی نماز ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ خود بھی ایک دو یا تین قرآن کریم کے دور مکمل کرنے کی توفیق ملی اور پھر روزے رکھنے کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ تو آپ میں ایسے وہ لوگ جنہوں نے یہ سب اہتمام کیا اس رمضان میں، انہوں نے یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ رمضان آیا اور انتہائی تیزی سے اپنی برکتیں چھوڑتا ہوا چلا گیا۔ عبادتوں کے لطف دو بالا ہوئے۔ خطوط سے پتہ چلتا ہے، مختلف لوگ خط لکھتے رہتے ہیں کہ بہت سوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کا، اپنی ہستی کا یقین دلایا۔ اللہ کرے کہ یہ برکتیں اب ہم سمیٹے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے، نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے اپنی برکتوں سے ہمیں اپنے برتن بھرنے کی توفیق دی ہے اب ہماری کسی لاپرواہی کی وجہ سے، ہماری کسی کمزوری کی

وجہ سے یا ہمارے کسی تکبر کی وجہ سے ہمارے یہ برتن خالی نہ ہو جائیں۔

گزشتہ چند خطبوں سے دعاؤں کی طرف، عبادت کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں۔ اب کسی کو خیال آسکتا ہے کہ رمضان تھا اور اس مناسبت سے عبادت اور دعاؤں کے اس مضمون کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت تھی۔ اب کوئی اور مضمون شروع کرنا چاہئے۔ لیکن یہ مضمون دعاؤں کا مضمون ایک ایسا مضمون ہے کہ ہم احمدیوں کا اس کے بغیر گزارا ہی نہیں۔ اس لئے آج پھر میں احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ جس طرح رمضان میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر ہم سب نے مل کر آہ و زاری کی ہے اسی طرح اب بھی اسی ذوق اور اسی شوق کے ساتھ اس کے حضور جھکے رہیں، اور ہمیشہ جھکے رہیں۔ اس کا فضل اور رحم مانگتے ہوئے، ہمیشہ اسی کی طرف جھکیں اور اس زمانہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والوں کا ہتھیار ہی یہ دعا ہے کہ اس کے بغیر ہمارا گزارا ہو ہی نہیں سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو اگر تلوار اٹھانے کی اجازت ملی تو اس وجہ سے تھی کہ آپ کے خلاف تلوار اٹھائی گئی تھی۔ لیکن اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو صرف دعا ہی کا ہتھیار دیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے اس بارہ میں فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کا، توپ کا یا اور کسی قسم کے ہتھیار کا جہاد قطعاً منع ہے اور یہ کوئی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ یہ سب کچھ اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔

اب اس زمانہ میں اگر فتح ملنی ہے، اسلام کا غلبہ ہونا ہے تو دلائل کے ساتھ ساتھ صرف دعا سے ہی یہ سب کچھ ملنا ہے۔ اور یہ وہ ہتھیار ہے جو اس زمانہ میں سوائے جماعت احمدیہ کے نہ کسی مذہب کے پاس ہے، نہ کسی فرقے کے پاس ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے وہ ہتھیار دے دیا ہے جو کسی اور کے پاس اس وقت نہیں۔ پس جب یہ ایک ہتھیار ہے اور واحد ہتھیار ہے جو کسی اور کے پاس ہے ہی نہیں تو پھر ہم اپنے غلبہ کے دن دیکھنے کے لئے کس طرح اس کو کم اہمیت دے سکتے ہیں، کس طرح دعاؤں کی طرف کم توجہ دی جاسکتی ہے۔ ہم ان لاندہ ہوں کی طرح نہیں ہیں، یہ تو نہیں کہہ سکتے ہم کہ دعاؤں سے بھی کبھی دنیا فتح کی گئی ہے، کبھی ہونٹ ہلانے سے بھی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں، بلکہ ہمارا جواب یہی ہونا چاہئے کہ ہاں جب ہونٹ اللہ کا نام لینے کے لئے ہلائے جائیں، جب دل کی آواز

ہونٹوں کے ذریعہ سے باہر نکلے اور اللہ سے مدد مانگی جا رہی ہو تو نہ صرف عام فوائد دینی و دنیاوی حاصل ہوتے ہیں بلکہ ایسے لوگوں سے ٹکرانے والے، ایسے اللہ والوں کو تنگ کرنے والے، چاہے وہ لوگ ہوں یا حکومتیں ہوں وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں، پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ ہمارا خدا تو وہ خدا ہے جو صمد ہے، بہت اونچی شان والا ہے، بہت طاقتوں کا مالک خدا ہے، وہ مضبوط سہارا ہے جس کے ساتھ جب کوئی چمٹ جائے تو وہ اس کی پناہ بن جاتا ہے۔ وہ ایسا سہارا ہے جو اپنے ساتھ چمٹانے کے لئے، ہمیں محفوظ کرنے کے لئے ہمیں آوازیں دے رہا ہے کہ میرے بندو خالص ہو کر میرے پاس آؤ، میری پناہ گاہ میں پناہ لو، دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ تو جب ہمارا خدا، ہمارا پیارا خدا، ہمیں اتنی یقین دہانیاں کروا رہا ہے تو پھر ہم کس طرح اس سے مانگنے، اس کی طرف جھکنے، اس سے دعا کرنے کے مضمون کو چھوڑ سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو تو جماعتی اور دنیا کے حالات کو دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو کہہ دیا ہے کہ میں مضطر کی دعا کو سنتا ہوں، بے قرار دل کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ اس لحاظ سے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور یہ ہمارے لئے ہی ہے کہ مضطر کا مطلب صرف بے قرار ہی نہیں ہے بلکہ ایسا شخص ہے جس کے سب راستے کٹ گئے ہوں۔ تو اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس کے کوئی دنیاوی واسطے اور راستے نہیں ہیں۔ اس معاشرہ میں رہتے ہیں اس لئے جب تنگیاں آتی ہیں تو جو بھی متعلقہ حکام ہوتے ہیں اور مختلف ذرائع ہیں ان کو آگاہ ہم ضرور کرتے ہیں لیکن کبھی ان کو خدا نہیں بناتے۔ کیونکہ ہمیں تو ہمارے خدا نے، ہمارے زندہ خدا نے یہ بتا دیا ہے کہ جب بھی تمہیں میری ضرورت ہو بلکہ ہر وقت، جب تم امن کی حالت میں ہو، بظاہر امن کی حالت میں بھی ہو، اس یقین کے ساتھ مجھے پکارو کہ میں بے سہاروں کا سہارا ہوں، ان کی دعائیں سنتا ہوں تو تم مجھے ہمیشہ اپنی مدد کے لئے اپنے سامنے پاؤ گے۔ لیکن یہ ذہن میں ہونا چاہئے کہ اس اضطرار کے ساتھ دعائیں ہو رہی ہیں کہ زبان حال بھی کہہ رہی ہو کہ 'حیلے سب جاتے رہے حضرت تو اب ہے'۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیفیں کس طرح دور کرتا ہے۔ ظالم افسروں سے بھی تمہاری نجات ہوگی، ظالم مولویوں سے بھی تمہاری نجات ہوگی، ظالم حکومت سے بھی تمہاری نجات ہوگی۔ لیکن صرف رونایا گڑ گڑانا ہی کافی نہیں بلکہ

جیسا کہ فرمایا ایک اضطراب اور اضطراب ہونا چاہئے، یہ یقین ہونا چاہئے کہ سب طاقتوں کا سرچشمہ صرف خدا کی ذات ہے۔ اور زمینی حملے ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اگر ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی ہے کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بقیہ رازوں کی دعا سنتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾ پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کو اپنی ہستی کی علامت ٹھہرائی ہے تو پھر کس طرح کوئی عقل اور حیا والا گمان کر سکتا ہے کہ دعا کرنے پر کوئی آثار صریحہ اجابت کے مترتب نہیں ہوتے اور محض ایک رسمی امر ہے جس میں کچھ بھی روحانیت نہیں۔ میرے خیال میں ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی سچے ایمان والا ہرگز نہیں کرے گا جبکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ جس طرح زمین و آسمان کی صفت پر غور کرنے سے سچا خدا پہچانا جاتا ہے اسی طرح دعا کی قبولیت کو دیکھنے سے خدا تعالیٰ پر یقین آتا ہے۔“

(روحانی خزائن جلد ۱۴ ایام الصلح صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰)

پھر آپؑ نے فرمایا:

”کلام الہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تحتہ مشق ہوں، وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطراب کے وقت میں قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔“

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ دفع البلاء صفحہ ۲۳۱)

تو اس وقت جماعت احمدیہ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعریف کے لحاظ سے مضطر ہیں۔ بعض ملکوں میں جتنا نقصان جماعت کو یا جماعت کے افراد کو پہنچایا جاتا ہے، یعنی کھل کر اپنے مذہب کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں، ہم ایک خدا کو ماننے والے ہیں، ہم حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے دین پر قائم ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں کہ نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ آنحضرت ﷺ کو تو کسی کے دل کے حال کا پتہ نہ چل سکا، معلوم نہ ہو سکا ان مولویوں کو، ان حکومتوں کو دلوں کے حال کا پتہ لگنے لگ گئے۔ تو ختم نبوت کا منکر کون ہو گیا؟ پھر تو ختم نبوت کے منکر یہ

لوگ ہیں جو اپنے منہ نہیں کہہ رہے بلکہ اپنے عمل سے کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو تو دلوں کا حال نہیں پتہ لگا لیکن نعوذ باللہ ہم آپ سے اوپر ہیں، ہمیں سب کے دلوں کا حال پتہ لگ گیا ہے۔ اور یہ اپنے ساتھیوں کے عبرتناک انجام دیکھتے بھی ہیں لیکن پھر بھی بے حیائی اور ڈھٹائی کی انتہاء ہے، کوئی اثر نہیں ہوتا۔

تو جیسا کہ میں نے شروع میں دعا کے بارہ میں کہا تھا، دعا ہی ہے جو ہمارا اور ڈھنسا ہو، ہمارا بچھونا ہو۔ دعا ہی ہے جس پر ہمیں مکمل طور پر یقین ہونا چاہئے، اس کے بغیر ہماری زندگی کچھ نہیں۔ ربوہ سے بھی اور پاکستان سے مختلف جگہوں سے بھی بڑے جذباتی خط آتے ہیں کہ پتہ نہیں ہم خلافت سے براہ راست، ان معنوں میں براہ راست کہ بغیر کسی واسطہ کے کیونکہ ایم ٹی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے براہ راست دیکھنے اور سننے کے سامان تو ہو گئے ہیں لیکن یہ سب کچھ یکطرفہ ہے کہ کب ہماری آزادی کے حالات پیدا ہوتے ہیں جب دونوں طرف سے ملنے کے سامان ہوں، کب ہم آزادی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا اظہار بازار میں کھڑے ہو کر کر سکتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو پتہ لگے کہ اصل محبت کرنے والے تو ہم لوگ ہیں۔ کب قانون میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ تو میرا جواب تو یہی ہوتا ہے کہ ان کو جیسا کہ گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں سنبھالتا رہا ہے، ہماری مشکلیں آسان کرتا رہا ہے، آج بھی وہی خدا ہے جو ان دکھوں کو دور کرے گا انشاء اللہ۔ بظاہر ناممکن نظر آنے والی چیز، ناممکن نظر آنے والی بات محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن بن جایا کرتی ہے اور انشاء اللہ بن جائے گی۔ بڑے بڑے فرعون آئے اور گزر گئے لیکن الہی جماعتیں ترقی کرتی ہی چلی گئیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مضطر بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکیں۔ اس لئے رمضان میں جس طرح دعاؤں کی توفیق ملی اس معیار کو قائم رکھیں گے تو کوئی چیز سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔ بہت سے باہر سے ربوہ جانے والوں نے بتایا اور لکھا کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عبادت کرنے والوں سے بھری پڑی تھیں اور یہی حال دنیا میں ہر جگہ تھا، یہاں بھی آپ نے دیکھا۔ تو مسجدوں کی آبادی کا یہ انتظام اگر جاری رہے گا، اس میں سستی نہیں آئے گی۔ اب اس میں صرف ربوہ ہی نہیں بلکہ جہاں جہاں احمدی آبادیاں ہیں، اپنی مساجد کو آباد رکھنے کی کوشش کریں گی اور ہماری مسجدیں تنگ پڑنی شروع ہو جائیں گی۔ اتنی حاضری ہوگی کہ

ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان نمازوں کے دوران مسجد کی طرف جائے گا۔ تو یہ کیفیت جب ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ہماری دعاؤں کو بہت سنے گا۔ اسی طرح گھروں میں بھی خواتین نمازوں اور عبادات کا خاص اہتمام کریں اور پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کس طرح مدد کو آتا ہے۔ اسی طرح جب ہم سب مل کر دعائیں کریں گے، اللہ کے حضور جھکیں گے، عبادات بجالانے کی کوشش کریں گے تو اس کی مثال اس تیز بہاؤ والے پانی کی طرح ہی ہے جب پہاڑی راستوں سے گزرتا ہوا جہاں دریا کا پاٹ تنگ ہوتا ہے، یہ پانی گزر رہا ہوتا ہے تو اپنے راستے میں آنے والے پتھروں کو بھی کاٹ رہا ہوتا ہے اور انہیں بعض اوقات بہا بھی لے جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے شہتروں کے بھی ٹکڑے کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی اتنی تیز رفتار ہوتی ہے کہ اس کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ تو جب مل کر سب دعا کریں گے۔ اکٹھا کر کے جب دعائیں ہو رہی ہوں گی ساروں کی، ایک طرف بہاؤ ہو رہا ہوگا تو اس دریا کے پانی کی طرح اس کے سامنے جو بھی چیز آئے گی خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مستقل مزاجی اور باقاعدگی سے اس طرف توجہ رہے۔ رمضان گزر جانے کے بعد ہم ڈھیلے نہ پڑ جائیں، ہماری مسجدیں ویران نہ نظر آنے لگیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑے بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعائیں کی جاتی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعائیں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالت اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يُكَشِفُ السُّوءَ﴾۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۶ مورخہ ۲/مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵)

پھر فرمایا:

”دوسری شرط قبولیت دعا کے واسطے یہ ہے کہ جس کے واسطے انسان دعا کرتا ہو اس کے لئے دل میں درد ہو ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۲ مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳)

تو جماعت کے لئے بھی آپ یہ درد پیدا کریں گے تو دعائیں بھی انشاء اللہ قبول ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذاتی معاملات کے لئے بھی اور جماعتی ترقی کے لئے اسی اضطراب اور درد سے دعائیں کرنے کی توفیق دے جس طرح ہم اپنے لئے کرتے ہیں اور رمضان میں کرتے رہے ہیں۔ پس میں بار بار آپ کو اس بات کی طرف توجہ دلا رہا ہوں اور دلاتا رہوں گا کہ جس توجہ سے آپ نے رمضان میں اپنی مسجدوں کی رونق بڑھائی، اپنے گھروں کو عبادات سے سجایا، اس کو اب اسی طرح جاری رکھنے کا بھی عہد کریں۔ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والوں کی طرح قضائے عمریاں ادا نہیں کرنی کہ رمضان گیا تو چھٹی ہوئی، اب اگلا ماہ رمضان آئے گا تو دیکھیں گے، اب جائے نماز لپیٹ کر الماریوں میں بند کر دو، اب قرآن کریم کو غلافوں میں چڑھا کر اپنے پرچھتیوں میں یا شیلفوں میں رکھ دو۔ نہیں، بلکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر وقت اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے اس حدیث پر عمل کرنا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ذکر الہی کرنے والے اور ذکر الہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ یعنی جو ذکر الہی کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔

پھر مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

(مسلم کتاب صلاة المسافرين و قصرها باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ.....)

پھر ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کرتے رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ میں لگنے سے بچ گیا۔ اسی طرح بندہ شیطان سے نجات نہیں پاسکتا مگر اللہ کی یاد کے سہارے۔“

(جامع ترمذی)

تو دیکھیں یہ حدیث جہاں ہمیں یہ خوشخبری سنارہی ہے کہ ذکر کرنے سے تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ گے اور مضبوط قلعہ میں اپنے آپ کو محفوظ کر لو گے۔ جس طرح بہت سے لوگوں نے رمضان میں محسوس بھی کیا، اس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ دعاؤں کے بعد ہمیں لگا کہ ہم ایک محفوظ حصار میں آ گئے ہیں۔ تو وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سستی دکھائی، اللہ کے ذکر

سے لاپرواہی برتی، تو دشمن پھر حملہ کرے گا، شیطان پھر حملہ کرے گا۔ اس لئے اس قلعہ میں آپ کے لئے مسلسل دعاؤں اور عبادات کی ضرورت ہے۔ اب مسلسل دعائیں کرتے رہیں گے، عبادات کرتے رہیں گے تو پھر اس مضبوط قلعہ میں رہ سکتے ہیں۔ اللہ سے مدد مانگنے کی ضرورت ہے، اس میں کمزوری نہیں آنی چاہئے۔ اللہ سے مدد مانگتے ہوئے، اس کا فضل مانگتے ہوئے، اب اس میں باقاعدگی قائم رہنی چاہئے جو رمضان میں ہم سب تجربہ کر چکے ہیں، اور اس سے لطف اٹھا چکے ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے کہا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص کوئی نیکی کرتا ہے اس کو دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب میں دوں گا۔ اگر وہ برائی کرتا ہے تو اس کو اس برائی کے برابر سزا دوں گا یا اسے بخش دوں گا۔ اور جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو ایک گز میرے قریب ہوتا ہے میں دو گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میرے پاس چلتے ہوئے آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑے ہوئے جاتا ہوں۔ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے گناہ لے کر میرے پاس آئے بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے ساتھ اتنی ہی بڑی مغفرت اور بخشش سے پیش آؤں گا اور اسے معاف کر دوں گا۔“

(مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الذکر والدعاء)

تو یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تحریریں دلائی ہے کہ اس طرح میں معاف کیا کرتا ہوں۔ اب یہ نہیں کہ بار بار معافی مانگو اور بار بار غلط کام کرتے چلے جاؤ اور میرے نافرمانی کرتے چلے جاؤ۔ تو ہم میں سے جنہوں نے بھی اس رمضان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کی مغفرت اور بخشش سے فائدہ اٹھایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن فضلوں کے دروازوں کو ہم پر کھولا ہے، ہمارا کام ہے کہ اب اللہ کے فضلوں کو مانگتے ہوئے اسی التزام کے ساتھ اسی باقاعدگی کے ساتھ اس کے سامنے جھکتے ہوئے ان مغفرت اور بخشش کے دروازوں کو بند نہ ہونے دیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دروازے ہم پر کھلے رہیں اور ہماری کمزوری کی وجہ سے ہمارے قریب پہنچی ہوئی منزلیں کہیں ہم سے پھر دور نہ ہو جائیں، کہیں ہم راستے میں ہی تھک کر بیٹھ نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیتا رہے کہ جس طرح عبادات بجا لانے کا حق ہے اسی طرح عبادات بجالاتے رہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (ہمارا) رب رات کے درمیانی حصے میں بندے کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو اس گھڑی تو اللہ کا ذکر کرنے والوں میں سے بن جائے تو ضرور بن۔“

(سنن الترمذی۔ کتاب الدعوات باب فی دعا الضیف)

تو رمضان کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ عادت ہمیں پڑ گئی کہ رات کو اٹھے اور تہجد کی نماز ادا کی، نوافل پڑھے۔ اگر ہم اس عادت کو باقاعدہ کر لیں اور جاری رکھیں تو اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ہم بہت قریب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے سب کچھ پالیا۔ تو دعاؤں کے ساتھ پھر ایک بات یہ ہے کہ دعاؤں کے ساتھ، عبادات کے ساتھ جمعہ کے دن کا بھی ایک خاص تعلق ہے۔ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا وقت رکھا ہوا ہے جس میں بندے کی دعاسنی جاتی ہے اور پھر اس دور کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کا، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا جمعہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ تو جمعہ کو بھی ہمیں خاص اہتمام سے منانا چاہئے۔ بعض ایسی دعائیں ہیں، جماعتی دعائیں ان کے لحاظ سے بھی خاص طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ نوافل کے لئے بھی، گھر کے ہر فرد کو اٹھنا چاہئے۔ جمعہ پڑھنے کے لئے تمام مردوں کو ضرور جانا چاہئے، کوشش کر کے بھی اور مساجد میں جمعوں کی حاضریاں بھی ایسی ہی ہونی چاہئیں جیسے رمضان میں ہوتی تھیں۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: ”جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی بھی آتی ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو بھی بھلائی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے اور وہ گھڑی بڑی مختصر ہوتی ہے۔“

(مسلم کتاب الجمعہ باب فی الساعة التي فی يوم الجمعة)

تو دعا کی طرف ہر وقت توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ کیا پتہ کس وقت وہ گھڑی آجائے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہو، قبولیت دعا کا وقت ہو۔ تو ان تڑپنے والے دلوں کو جو پاکستان میں مختلف جگہوں سے، حالات کی وجہ سے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ جمعوں کی رونق بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جذبات کا اظہار کریں۔ اور جب پورے یقین کے ساتھ اس سے مانگیں گے اور اس

سے مانگ رہے ہوں گے تو وہ بھی اپنے وعدوں کے مطابق سنے گا بھی اور آپ کی ضروریات بھی پوری کرے گا اور آپ کی دعاؤں کو قبول کرے گا اور آسانیاں پیدا فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار کرنا ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی انتظار.....)

تو اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے لیکن مانگنے والے مانگنے سے تھکیں نہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر پھنس گئے تو پھر نئے سرے سے سفر شروع کرنا پڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ مختلف رنگ میں دعائیں قبول کرنے کے نظارے ہمیں دکھاتا بھی رہتا ہے۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ڈھارس بندھانے کے لئے، تسلی دینے کے لئے دکھاتا ہے تاکہ بندہ یہ تسلی رکھے کہ اگر خدا تعالیٰ دعا کے طفیل وہ کام کر سکتا ہے جن کو ہم دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے، ان کو ہمیں حاصل کرنے کی یا ان کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی تو اس اللہ تعالیٰ میں یہ طاقت بھی ہے کہ یہ جو بظاہر مشکل اور بڑے کام نظر آتے ہیں ان کو بھی کر دے۔ اس لئے صبر اور حوصلے سے دعائیں مانگتے رہنا چاہئے اور کبھی تھکنا نہیں چاہئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“

(ترمذی کتاب الہوات باب ماجاء فی فضل الدعاء)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دعا ایسی مصیبت سے بچانے کے لئے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی مصیبت کے بارہ میں بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو۔“

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی فضل الدعاء)

پس اس حدیث کے مطابق بھی ہمیں دعاؤں کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذاتی طور پر بھی، جماعتی طور پر بھی، ہر پریشانی اور مصیبت اور بلا سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام

مشکلات کو جن میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں جلد دور فرمائے، ہمیں مزید ابتلاؤں اور امتحانوں میں نہ ڈالے، ہمیں ہر شر سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تعالیٰ جلد تر ہمیں اپنے مخالفین پر غلبہ عطا فرمائے۔ لیکن بات وہی ہے کہ ایک اضطراری کیفیت ہمیں اپنے اوپر طاری کرنی ہوگی اور یہ حالت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ میں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ پس چاہئے کہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ کامیاب ہوں۔“

(ریورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۳۹۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۴۸)

پس ہم بہت ہی بد قسمت ہوں گے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات پر یقین نہ کریں۔ یقین نہ کرنے والی بات ہی ہے کہ اگر ہم اس کے کہنے کے باوجود اس کا قرب نہ ڈھونڈیں، اس کو تلاش نہ کریں۔ اور رمضان میں جو فضل ہم پر اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں ان کو بھلا دیں اور ایمان میں کمزوری دکھائیں۔ اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت کرنے والا ہو۔ بلکہ ہمارے ایمانوں میں دن بدن ترقی ہو، زیادتی کے نظارے نظر آتے ہوں، ہر نیا دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے اور قریب لانے والا دن ثابت ہو۔ اس شکرگزاری کے طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کی برکتوں سے فیضیاب کیا، ہم مزید اس کے حضور جھکتے چلے جائیں اور اپنی تمام حاجتیں اپنے پیارے خدا کے سامنے پیش کرنے والے ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ دوسرے یہ کہ تادعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رویا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الہی ترقی کرے اور

معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔“

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۔ تفسیر حصرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۷۲)

پھر آپؑ نے فرمایا:

”دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔“ (یعنی بندے اور خدا میں رشتہ پیدا کرتی ہے) ”اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے..... جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریا کاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔ خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمن اور رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔“

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۱ء۔ صفحہ ۲۳۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد

اول صفحہ ۲۵۲)

پھر آپؑ نے فرمایا:

”دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ. أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾۔ یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہہ دو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ یہ جواب کبھی رویائے صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف و الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے جب کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے اور قرآن شریف میں جا بجا

اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنے مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا۔“

(الحکم جلد ۹ نمبر ۲۔ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۳۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۵۱)

پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ذاتی بھی اور جماعتی ترقی کا انحصار بھی دعاؤں پر ہے۔ اس لئے اس میں کبھی سست نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق دعائیں کرتے رہیں۔ اپنے ایمانوں کو بھی بڑھائیں، اپنے عمل بھی اس طرح بنائیں جن سے خدا راضی ہو۔ کہیں بھی ہماری ذاتی انا ہمیں تقویٰ سے دور لے جانے والی نہ ہو۔ اور سچا تقویٰ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے عاجزی دکھانے سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس میں بہت ہی قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔ بعض لوگ اس کی ذات پر شک کرتے ہیں۔ پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو میں تمہیں پکاروں گا اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔ اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا تو دیکھو کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دور ہے پکارتے ہو اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ وہ شخص تو تمہاری آواز کو سن کر تم کو جواب دے گا۔ مگر جب وہ دور سے جواب دے گا تو تم باعث بہرہ پن کے سن نہ سکو گے۔ پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری دور ہوتی جائے گی اور تم ضرور اس آواز کو سنو گے۔ جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہو جاتی کہ اس کی کوئی ہستی ہے۔ پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست طریقہ یہی ہے کہ ہم اس کی آواز کو سن لیں یا دیدار یا گفتار۔ پس آج کل گفتار قائم مقام ہے دیدار کا۔ یا بات کریں یا دیکھ لیں۔ ہاں

جب تک خدا کے اور اس سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اس وقت تک ہم سن نہیں سکتے۔ جب درمیانی پردہ اٹھ جائے گا تو اس کی آواز سنائی دے گی۔“

تو یہ خطوط ملتے رہتے ہیں مختلف۔ ان سے ایسا تاثر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان میں بہت سوں کو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوا ہے۔ بہت سوں کے پردے سرکنے شروع ہوئے ہیں، لیکن ابھی حقیقی معرفت حاصل کرنے کے لئے مزید محنت کی ضرورت ہے۔ ان حجابوں کو مکمل طور پر اٹھانے کے لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا، عبادت کی طرف اسی باقاعدگی سے توجہ کی ضرورت ہے جیسے رمضان کے مہینے میں توجہ رہی ہے ہم سب کی۔ تو جتنی زیادہ تعداد میں ایسی دعائیں کرنے والے ہماری جماعت میں پیدا ہوں گے اتنا ہی جماعت کا روحانی معیار بلند ہوگا اور ہوتا چلا جائے گا۔ خلیفہ وقت کو بھی آپ کی دعاؤں سے مدد ملتی چلی جائے گا اور جب یہ دونوں مل کر ایک تیز دھارے کی شکل اختیار کریں گے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے بھی کھلتے چلے جائیں گے۔ پس ہمارے ہتھیار یہ دعائیں ہیں جن سے ہم نے فتح پائی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ معیار جلد سے جلد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

